خطبہ جمعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورہ فاتحہ کی دُعا بار بار دُہرانے کے باوجود کیوں شہداء صدیقین دوام حاصل نہیں ہوتی

خود سچ بولو اور اپنی اولاد اور اہلِ محلہ کو سچ کا پابند بناؤ

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲۳ ستمبر ۱۹۳۸ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

ایک مسلمان دن میں چالیس پچاس مرتبہ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ کہتا ہے۔ جس کے معنے یہ ہوتے ہیں۔ کہ ابھی

مجھے سیدھے رستہ کی ضرورت ہے

اے خدا تو مجھے سیدھا رستہ دکھا۔ یعنی وہ اقرار کرتا ہے۔ اور اظہار کرتا ہے۔ اور اصرار سے اظہار کرتا اور بار بار اقرار کرتا ہے۔ کہ اسے سیدھے رستہ سے محبت ہے وہ سیدھا رستہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔

اور اگر وہ اسے مل جائے۔ تو اسے قبول کرے گا۔ یہ کتنی پاکیزہ اور اعلےٰ درجہ کی خواہش ہے۔ اگر یہ سچی ہو۔ دُنیا کی ساری خوبیاں اور بھلائیاں اور اچھائیاں اس کے اندر آجاتی ہیں۔ اور اس میں کیا شبہ ہے۔ کہ جو شخص سچے دل کے ساتھ یہ خواہش رکھتا ہے وہ دُنیا میں

چلتا پھرتا جنتی اور ولی اللہ

ہے۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ وہ سچی خواہش رکھتا ہے۔ یا نہیں۔ کونسا شخص دنیا میں ہے۔ اور کس مذہب کا ہے۔ کہ جو اس قسم کی سچی خواہش کو سُنکر متاثر نہ ہوگا۔ مسلمانوں کو جانے دو۔ یہ فقرہ کسی ہندو۔ سکھ۔ عیسائی۔ یہودی کے سامنے رکھدو۔ کہ ایک شخص دن رات اس خواہش میں تڑپ رہا ہے۔ اور دعائیں کرتا ہے۔ کہ اے خدا مجھے سیدھا رستہ دکھا۔ اور وہ اس سیدھے راستہ پر چلنا چاہتا ہے۔ تو پھر بغیر اس بات کا انتظار کئے۔ کہ اسے یہ رستہ مل گیا ہے۔ یا نہیں۔ ہر ایک یہی کہے گا۔ کہ وہ شخص بڑا نیک اور بڑا بزرگ ہے۔

مدینۃ المسیح

قادیان ۲ اکتوبر۔ کل پونے چار بجے سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ عازم سندھ ہوئے۔ بٹالہ تک بذریعہ موٹر تشریف لے گئے۔ اور وہاں سے بذریعہ ٹرین سندھ گئے۔ مقامی امیر حضور نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے۔ اور امام الصلوٰۃ حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کو مقرر فرمایا۔

مبلغین کلاس کے لئے امیدوار منتخب کرنے کے لئے نظارت تعلیم و تربیت کے زیر اہتمام آج ایک سب کمیٹی کا اجلاس ہوا۔ جس میں جناب قاضی محمد اسلم صاحب پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور۔ جناب ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ۔ جناب پرنسپل صاحب جامعہ احمدیہ اور جناب ہیڈ ماسٹر صاحب مدرسہ احمدیہ شامل ہوئے۔

یکم و ۲ اکتوبر کو کمانڈنگ آفیسر صاحب نے ۲۰ احمدی نوجوانوں کو ۱۵/۱۱ پنجاب رجمنٹ کے لئے حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی کوٹھی پر بھرتی کیا۔

نظارت دعوۃ و تبلیغ کی طرف سے گیانی واحد حسین صاحب مولوی دل محمد صاحب اور مولوی محمد سلیم صاحب دیدووال کے جلسہ میں شمولیت کے لئے بھیجے گئے۔

تو اس قسم کی مجرد خواہش ہی اعلیٰ چیز سمجھی جاتی ہے۔ کجا یہ کہ وہ پوری بھی ہو جائے۔ تڑپ اور جوش اپنی ذات میں ہی نیکی ہوتے ہیں۔ محبوب اپنے محب کی بات سنے یا نہ سنے۔ مطلوب ملے یا نہ ملے۔ طالب کے دل میں اسے پانے کی تڑپ کا موجود ہونا اپنی ذات میں بہت اعلیٰ اور مبارک بات ہے۔ جس طرح دنیا میں بڑے بڑے کامیاب آدمی مشہور ہوتے ہیں۔ ہزاروں سال ان کا نام دنیا میں چلتا ہے۔ اسی طرح

سچی تڑپ رکھنے والے

ناکام بھی مشہور ہوتے ہیں۔ سکندر دنیا میں مشہور ہے۔ اس نے معلومہ دنیا کا بیشتر حصہ فتح کر لیا تھا۔ ہزارہا سال گزر چکے ہیں۔ دو ہزار سے زیادہ لیکن آج تک اس کا نام دلوں سے محو نہیں ہوا۔ رستم ایک پہلوان تھا بادشاہ نہ تھا مگر کامیاب زندگی بسر کرنے اور دشمنوں کو مغلوب کرنے کی وجہ سے جو لوگ اس کی حقیقت سے قطعاً واقف نہیں وہ بھی اس کا نام لیتے ہیں۔ جب کوئی بڑے دعوے کرے۔ تو کہتے ہیں بڑا رستم آیا ہے۔ حالانکہ کہنے والے کو یہ پتہ نہیں ہوتا۔ کہ رستم کون تھا۔ اور کہاں کا رہنے والا تھا۔ حاتم نیک کاموں کی وجہ سے اتنا مشہور ہے۔ کہ مخلوق میں سے ایک بڑے حصہ کی زبان پر اس کا نام ہے کوئی بڑا سخی ہو تو کہتے ہیں یہ تو حاتم زماں ہے۔ اور اگر کوئی تھوڑی سی سخاوت کے بعد بڑے بڑے دعوے کرنے لگے اور اس پر فخر کرے۔ تو کہتے ہیں کہ اس نے حاتم کی قبر پر لات ماردی ہے۔ تو یہ لوگ کامیاب تھے۔ اور اپنے اپنے خاص فن یعنے کوئی بہادری کوئی سخاوت اور کوئی فتوحات میں نمایاں تھے۔ اور اس وجہ سے مشہور ہیں۔ مگر جس طرح یہ مشہور ہیں۔ اسی طرح بعض ناکام بھی مشہور ہیں۔ جس طرح دنیا رستم سکندر اور حاتم کا نام لیتی ہے اسی طرح بلکہ شاید اس سے زیادہ مجنوں کا نام لیتی ہے۔ گو وہ کامیاب نہیں تھا۔ وہ ایک عورت کی وجہ سے دیوانہ ہوا۔ اور اسی وجہ سے مجنوں کہلایا۔ اس کا نام قیس تھا۔ اس نے ایک عورت کی خواہش کی۔ مگر اسے حاصل کئے بغیر ہی مر گیا۔ اور اپنی معشوقہ سے شادی کا موقعہ اسے نہ مل سکا۔ مگر دنیا میں جس طرح سکندر کا نام مشہور ہے اسی طرح قیس کا ہے۔ بلکہ ہندوستان میں سکندر کا نام جاننے والے کم اور قیس کا عرف جاننے والے زیادہ ملیں گے۔ اپنے صوبہ میں دیکھ لو کتنے لوگ سکندر کا نام جانتے ہیں اور کتنے رانجھا کا۔ حالانکہ وہ کامیاب نہ تھا۔ اس کی کہانی ہمیں یہی بتاتی ہے کہ وہ ناکام تھا۔ مگر باوجود اس ناکامی کے اس کا نام آج تک قائم ہے۔ یہی حال فرہاد کا ہے۔ اس کا نام غیر تعلیم یافتہ لوگوں میں زیادہ مشہور نہیں مگر تعلیم یافتہ طبقہ میں ویسا ہی مشہور ہے جیسا سکندر۔ رستم۔ یا مجنوں۔ حالانکہ وہ بھی ناکام تھا۔ ان لوگوں کے نام کامیاب لوگوں کی طرح کیوں مشہور ہیں اسی لئے کہ انہوں نے اپنے دل میں سچی تڑپ پیدا کی۔ گو اسے پورا کرنے کے قابل نہ ہو سکے۔ مگر انہوں نے اپنی تڑپ کو نہ چھوڑا۔ تو استقلال کے ساتھ مقصود کی طلب میں لگے رہنا اپنی ذات میں کامیابی ہے۔ اور ایسی ہی کامیابی ہے۔ جیسے فتوحات حاصل کرنا۔ اگر یہ بڑی چیز نہ ہوتی۔ تو کامیاب لوگوں کے ساتھ ان ناکاموں کے نام مشہور نہ ہوتے مگر بنی نوع انسان کا یہ فیصلہ ہے۔ اور متفقہ فیصلہ کہ جس مقام پر کامیاب لوگوں کو بٹھایا جاتا ہے۔ اسی پر سچی تڑپ رکھنے والے ناکام بھی بٹھائے جاتے ہیں اور

صحیح فیصلہ

وہی ہوتا ہے۔ جو لوگ کرتے ہیں۔ اپنے متعلق اپنا فیصلہ صحیح نہیں سمجھا جاتا۔ ہر ڈاکٹر یہی سمجھتا ہے۔ کہ وہ بڑا قابل ہے۔ ہر وکیل یہی خیال کرتا ہے۔ کہ وہ بہت لائق ہے۔ لیکن دراصل بڑا ڈاکٹر اور بڑا وکیل وہی ہوتا ہے جس کے متعلق لوگ فیصلہ کریں۔ کہ وہ بڑا ہے۔ عوام قانون نہیں جانتے مگر اللہ تعالےٰ نے ان کے اندر ایسی حس رکھی ہے۔ کہ وہ اچھی چیز کے متعلق فیصلہ کر سکتے ہیں۔ ناکام وکیل شور مچاتے ہی رہتے ہیں۔ کہ فلاں وکیل کچھ نہیں جانتا۔ یونہی مشہور ہو گیا ہے۔ لیکن یہ نہیں سوچتے۔ کہ کیوں مشہور ہو گیا ہے

پبلک اپنے فیصلوں میں غلطی نہیں کرتی

ہمارے سامنے اگر ایک شخص کام شروع کرتا ہے۔ اور دیکھتے دیکھتے وہ آگے بڑھ جاتا ہے۔ تو ہمیں ماننا پڑے گا۔ کہ وہ لائق ہے۔ کامیاب ڈاکٹروں کے متعلق کوئی طبی مجلس فیصلہ نہیں کیا کرتی کہ فلاں قابل ہے۔ اور فلاں ناقابل۔ بلکہ جاہل عوام ہی کیا کرتے ہیں ناکام شور مچاتے رہتے ہیں۔ کہ اس کے نسخہ میں تو صرف فلاں دوائی ہوتی ہے وہ جس پر ہاتھ ڈالتا ہے وہی مر جاتا ہے۔ مگر پبلک ہے کہ اس کی طرف چلی جا رہی ہے وہ اپنی فیس پانچ سے دس دس سے سولہ۔ سولہ سے بتیس۔ اور بتیس سے چونسٹھ کر دیتا ہے۔ ادھر ملک

غریب اور کنگال

ہے۔ مگر لوگ قرضہ لیں یا کچھ کریں بیماری کے وقت کسی نہ کسی طرح چونسٹھ روپے مہیا کر کے اس کے پاس پہونچ جائیں گے۔ بسا اوقات وہ توجہ نہیں کرے گا۔ کہہ دے گا۔ مجھے فرصت نہیں۔ مگر لوگ۔ اسی کے پیچھے چلے جا رہے ہوں گے۔ جہاں دوسرا اپنی قابلیت پر فخر کرنے والا ڈاکٹر سارا دن بیٹھا مکھیاں مارتا ہے وہ جسے بدنام کیا جاتا ہے۔ انتہا درجہ مشغول رہتا ہے۔ میرا اپنا تجربہ ہے۔ ۱۹۱۸ء میں جب میں بیمار ہوا۔ تو ڈاکٹروں کی رائے تھی۔ کہ

اپنے اموال اللہ تعالےٰ کی راہ میں قربان کرو

تا

اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل ہو

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

"یاد رکھو کوئی انسان دنیا میں ہمیشہ نہیں رہ سکتا۔ خدا اور اس کے دین کے لئے کسی انسان کی جان کا موقعہ ہو۔ مگر وہ اپنی جان بچانے کی فکر کرے۔ تو اسے کیا معلوم کہ آگے جاتے ہی خود بخود اس کی جان نکل جائے ایک انسان کو شہادت کا موقعہ اللہ تعالےٰ دے۔ مگر وہ اس سے بھاگے۔ تو کیا معلوم کہ وہاں سے ہٹتے ہی اس کا ہارٹ فیل ہو جائے۔ اور وہ مر جائے"

"اسی طرح مالی قربانی کے متعلق بھی ہے۔ ہر شخص اپنی زندگی میں دیکھ سکتا ہے۔ اور ہر ایک نے دیکھا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ اس کا روپیہ کبھی ضائع نہیں ہوا۔ بسا اوقات خرید و فروخت میں نقصان ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات کوئی جائداد تباہ ہو جاتی ہے۔ اور بعض اوقات فصلیں خراب ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اگر موقعہ ملے۔ تو کیوں نہ اپنے اموال کو خدا تعالےٰ کی راہ میں قربان کر دیا جائے تا اللہ تعالےٰ کی رضا تو حاصل ہو جائے"۔

جن احباب نے تحریک جدید سال چہارم کے وعدوں کو ابھی پورا نہیں کیا۔ انہیں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کا یہ ارشاد مد نظر رہے۔ کہ "تم دعوے کرتے ہو۔ تو اس کے پورا کرنے کے سامان بھی کرو۔ ورنہ تم تمسخر کرتے ہو خدا سے اور تمسخر کرتے ہو اس کے رسول سے۔ اور تمسخر کرتے ہو اس کے خلیفہ سے" پس ایسے احباب اس تھوڑے سے وقفہ کو غنیمت سمجھیں۔ اور اپنے عہد کو وقت کے اندر پورا کر دیں ؛

فنانشل سکرٹری تحریک جدید

ڈاکٹر سدرلینڈ سے مشورہ

کیا جائے۔ میں نے انہیں مشورہ کے لئے وقت دینے کے لئے لکھوایا۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ مجھے فرصت نہیں۔ اور پندرہ یا شاید بیس دن کے بعد کہا۔ کہ دیکھ سکوں گا۔ چنانچہ ہم اتنے ہی دنوں کے بعد گئے۔ تو انہوں نے معذرت کی۔ اور نوٹ بک نکال کر دکھائی۔ اور بتایا۔ کہ میں روزانہ ایک مریض کو دیکھتا ہوں۔ اور آج تک کے نام پہلے ہی مقرر تھے۔ لیکن لاہور میں دوسرے ڈاکٹروں کی عام طور پر یہی رائے تھی۔ کہ وہ تو B.Coli کے سوا کچھ جانتا ہی نہیں۔ وہ اس کے خلاف شور مچاتے تھے۔ مگر لوگ پھر اس کے پاس پہنچتے تھے۔ حالانکہ وہ دیکھنے سے انکار کرتا تھا اور ظاہر ہے۔ کہ جس وکیل یا ڈاکٹر کے پاس لوگ جائیں گے۔ کمائی بھی وہی کرے گا۔ اور عزت و شہرت بھی اسے ہی حاصل ہوگی۔ اور دوسرا اسے بدنام کرنے والا صرف کڑھتا اور دل میں جلتا رہے گا۔ تو

پبلک جس کے متعلق فیصلہ کرے

کہ وہ اچھا ہے۔ اسے ہی روپیہ اور شہرت اور عزت حاصل ہوتی ہے پبلک کے دماغ میں اللہ تعالےٰ نے یہ مادہ رکھدیا ہے۔ کہ وہ محسوس کر لیتی ہے۔ کہ قابلیت کس کے پاس ہے۔ اور اس لئے اس کا فیصلہ قابل قدر ہوتا ہے۔ بشرطیکہ اس کا فیصلہ ورثہ میں نہ ملا ہو۔ بلکہ اس نے خود تجربہ کے بعد حاصل کیا ہو۔ اور پبلک کا فیصلہ یہی ہے۔ کہ جو عزت وہ کامیاب وجودوں کو دیتی ہے۔ وہی ایسے ناکام وجودوں کو دیتی ہے جو استقلال کے ساتھ اپنے مقصود کے پیچھے پڑے رہے۔ پبلک نے جس مقام

سکندر اور رستم

کو بٹھایا ہے۔ اسی پر مجنوں۔ فرہاد اور پنجاب میں رانجھے کو بٹھایا ہے یہ پبلک کا فیصلہ بتاتا ہے۔ کہ انسانی فطرت میں اللہ تعالےٰ نے یہ مادہ رکھا ہے۔ کہ اس کے نزدیک استقلال کے ساتھ کسی چیز کے پیچھے چلے جانا بڑی خوبی ہے۔

تو جو شخص دن میں چالیس پچاس مرتبہ عاجزانہ طور پر یہ دعا کرتا ہے۔ کہ اے اللہ مجھے سیدھا راستہ دکھا۔ اور کہتا چلا جاتا ہے۔ حتٰے کہ اسے موت آجاتی ہے۔ تو بھی اگر وہ یہ دعا اسی اخلاص سے کرتا جس سے قیس نے لیلےٰ کے حصول کے لئے کوشش کی۔ اسی محبت سے اللہ تعالےٰ کی یاد کرتا ہے۔ جس سے فرہاد شیریں کو کرتا تھا۔ اسی خلوص کے ساتھ اپنے اندر تڑپ پیدا کرتا ہے۔ جو ہیر کے لئے رانجھا کے دل میں تھی۔ تو گو وہ ناکام ہی رہے۔ اگرچہ الٰہی محبت کے رستہ میں انسان ناکام نہیں رہا کرتا۔ لیکن فرض کرلو۔ وہ کامیاب نہ ہو۔ تو بھی اسی شہرت کا مستحق ہوگا۔ جو سکندر کو حاصل ہے۔ رستم اور حاتم کو حاصل ہے۔ مگر سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہ ہزاروں لوگ روزانہ یہ دعا مانگتے ہیں۔ انہیں

شہرت دوام

کیوں حاصل نہیں ہوتی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہزاروں ہیں۔ کہ جو دن رات یہی رٹ لگاتے ہیں۔ مگر ان میں سے کسی کو بھی شہرت دوام کا مقام حاصل نہیں ہوا۔ بڑے بڑے لوگوں کو تو جانے دو۔ ان کو رانجھے والا مقام بھی حاصل نہیں۔ جو صرف پنجاب کا ہیرو تھا۔ اب غور کرو۔ کہ کیوں ایسا نہیں ہوتا۔ دنیا کیوں فیصلہ نہیں کرتی کہ یہ شخص بھی فرہاد اور رانجھے کے مقام پر ہے۔ کیا انہوں نے دنیا کو کوئی رشوت دی ہوئی تھی۔ کہ ان کا نام تو مشہور ہو گیا۔ اور ان کا نہیں ہوتا۔ اُن کے واقعات سُنکر لوگ رونے لگ جاتے ہیں۔ اچھے اچھے ثقہ آدمی وہ شعر گنگناتے ہیں۔ جن میں ان کے حالات بیان ہیں۔ مگر یہ ان کے دروازہ پر بیٹھا ہوا انسان جو دن رات اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کہہ رہا ہے اور وہی نقل کر رہا ہے۔ جو قیس۔ فرہاد اور رانجھے نے کی تھی۔ مگر لوگ انہیں تو یاد کرتے ہیں۔ لیکن اس کا نام کوئی نہیں لیتا۔ اور پھر کوئی یہ بھی نہیں کہتا۔ کہ میاں تم قیس کو تو یاد کرتے ہو۔ فرہاد کی قدر کرتے ہو مگر یہ کیا ان سے کم ہے۔ کہ جو دن میں چالیس پچاس مرتبہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کہتا رہتا ہے۔ تم پرانے قیس۔ فرہاد اور رانجھے کو یاد کرتے ہو۔ اور اس نئے قیس فرہاد اور رانجھے کا ذکر تک نہیں کرتے۔ حالانکہ وہ تو عورتوں کے عاشق تھے۔ مگر یہ

خدا کا عاشق

ہے۔ تم میں سے ہر ایک شخص اپنے نفس کو ٹٹولے۔ کہ وہ اس کا کیا جواب دے گا۔ وہ یہی کہے گا۔ کہ ایک چھوٹا سا ہیرا شیشے کے بہت بڑے ٹکڑے سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔ بے شک یہ شخص کہتا ہے۔ کہ میں عاشق ہوں۔ مگر اس کے چہرے پر عشق کے وہ آثار نظر نہیں آتے۔ جو قیس اور رانجھا میں دکھائی دیتے ہیں۔ میں کیا کروں۔ میرے اندر جو دماغی قابلیتیں ہیں۔ جب قیس کے واقعات سامنے آئیں۔ تو ان سے آواز آتی ہے۔ کہ یہ سچا ہے۔ جب فرہاد کا ذکر آئے۔ تو آواز آتی ہے۔ کہ وہ سچا ہے۔ خواہ وہ عورتوں کے عاشق تھے۔ مگر عشق میں سچے تھے۔

مگر جب

خدا کے اس عاشق کا ذکر

ہو۔ تو میرے دل میں اس کے لئے کوئی عزت پیدا نہیں ہوتی۔ اگر واقعہ میں یہ خدا تعالےٰ کا عاشق ہوتا۔ تو دنیا کو اس سے متاثر ہونے میں کیونکر انکار ہو سکتا تھا۔ لیلےٰ سے ہماری کوئی رشتہ داری نہ تھی۔ شیریں سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ قیس اور فرہاد کے حالات پڑھ کر تو دل پر اثر ہوتا ہے۔ لیکن خدا تعالےٰ تو ہمارا ہے۔ مگر اپنے اس خدا سے محبت کرنے والے کے متعلق ہمارے دلوں میں کوئی ٹیس نہیں اُٹھتی۔ اسی وجہ سے کہ اس کی محبت بناوٹی ہے اور حقیقت کے سامنے بناوٹ ٹھہر نہیں سکتی۔ شیشہ خواہ کتنا بڑا ہو۔ چھوٹے سے چھوٹا ہیرا جو قلم کی نوک پر لگا ہو۔ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔

لیکن

سچے دل سے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کہنے والا

فرض کرلو۔ ناکام بھی رہے۔ تو بھی وہ بڑی بھاری چیز ہے۔ اور اس کی علامت یہ ہے۔ کہ ہم دیکھیں گے کہ جو سچائی اسے ملی ہوئی ہے۔ اس سے اس نے کیا فائدہ اٹھایا ہے۔ آخر کوئی نہ کوئی سچائی خدا تعالےٰ نے اسے بتائی بھی تو ہوئی ہے۔ جب ہم خدا تعالےٰ سے یہ کہتے ہیں۔ کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ تو کیا اس وقت تک ہمیں کسی سچائی کا پتہ بھی ہوتا ہے۔ یا نہیں۔ تو دیکھنا یہ ہوگا۔ کہ اس دعا کے مانگنے والے کے پاس جو سچائی ہے۔ اس سے اس نے کیا فائدہ اٹھایا ہے۔ کہ اور مانگنے کا مستحق ٹھہر سکے۔ جو شخص پہلی عطا کردہ سچائی سے تو فائدہ نہیں اٹھاتا۔ اور مزید مانگتا رہتا ہے۔ اس کی مثال اس بچہ کی سی ہے۔ جس کی جھولی میں پھل پڑے ہیں۔ اور انہیں وہ کھا نہیں سکتا۔ مگر اور مانگتا جاتا ہے۔ اس کا پیٹ تو اتنا چھوٹا ہے۔ کہ جو کچھ اس کے پاس ہے اسے بھی نہیں کھا سکتا۔

لیکن حرص کی وجہ سے اس کا مطالبہ بڑھتا جاتا ہے۔ مگر کیا یہ کبھی ہُوا ہے کہ بچہ اس طرح مانگتا جائے۔ اور ماں تھالیاں اس کے سامنے رکھتی جائے وہ اسے اور نہیں دیتی۔ وہ جانتی ہے کہ اس کی خواہش جھوٹی ہے۔ ورنہ جو کچھ اسے دیا جا چکا ہے۔ پہلے اسے کیوں نہیں کھاتا۔ اسی طرح سوال یہ ہے کہ جو شخص اھدنا الصراط المستقیم کہتا ہے۔ اس کے پاس پہلے سے کوئی صداقت موجود ہے یا نہیں کیا اسے معلوم نہیں کہ سب مذاہب نے سچ بولنے کا حکم دیا ہے۔ پھر کیا وہ سچ بولتا ہے۔ اگر نہیں تو اس کا

اور مانگنا فضول ہے

اور تو اسے ملتا ہے جو پہلی چیز کو ختم کرے۔ جو پہلی نعمت کو استعمال کرے خدا تعالےٰ اسے اور دیتا ہے۔ لیکن جس کی یہ حالت ہو کہ جو کچھ اسے ملے۔ اس کو تو پیچھے پھینک دیتا اور اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتا۔ لیکن اور مانگتا جاتا ہے۔ تو وہ نادان بچہ کی طرح ہے۔ جسے یا تو بہلا دیا جائیگا اور یا اگر وہ زیادہ شور کرے گا۔ تو ماں ایک تھپیڑ اس کے لگا دے گی۔ بیمار جاہل اور ضدی بچے ہمیشہ ایسا کرتے ہیں چیز مانگتے ہیں اور اسے پھینک کر اور مانگنے لگتے ہیں۔ ایسا بچہ اگر تو بیمار ہو تو ماں اسے بہلاتی ہے۔ اور اگر ضدی ہو تو تھپیڑ رسید کر دیتی ہے۔ اسی طرح جو شخص پہلی سچائیوں پر عمل کئے بغیر اھدنا الصراط المستقیم کہے جاتا ہے۔ وہ اگر تو بیمار ہے۔ تو اللہ تعالےٰ اسے بہلا دیگا۔ لیکن اگر بیمار نہیں تو بجائے صراط مستقیم کے اسے تھپیڑ بھیجے گا۔ اور کہے گا۔ کہ نالائق تجھے اتنی چیزیں میں نے دے رکھی ہیں۔ ان کو تو استعمال کرتا نہیں۔

اور مزید مانگتا جاتا ہے۔ مگر جو پہلی ملی ہوئی سچائی سے فائدہ اٹھا کر اور مانگتا ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالےٰ کی طرف سے نئی سچائی بھیجی جاتی ہے جس طرح ہمارا خدا غیر محدود ہے۔ اسی طرح صراط مستقیم غیر محدود ہے۔ اور خدا تعالےٰ کا وصال غیر محدود ہے جو شخص کسی بھی مقام پر پہونچ کر یہ کہتا ہے۔ کہ میں نے خدا تعالےٰ کو ایسا پا لیا۔ کہ اب آگے قدم اٹھانے کی کوئی گنجائش نہیں وہ جھوٹا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ انا سید ولد آدم یعنے میں

سب انسانوں کا سردار

ہوں۔ آپ کے متعلق خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ دنیٰ فتدلّٰی یعنے وہ خدا تعالےٰ کے قریب ہُوا۔ اور اس نے انتہائی قرب کو پا لیا۔ اور پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ کہ اے رسول تو ان لوگوں سے کہہ دے۔ کہ اگر تم خدا تعالےٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو۔ تو میرے غلام بن جاؤ خدا تعالےٰ کے محبوب بن جاؤ گے۔ اس انسان کو اللہ تعالےٰ یہ بھی ہدایت کرتا ہے۔ کہ رب زدنی علما کی دعا مانگا کرو یعنے اے اللہ مجھے اپنا قرب اور عرفان اور زیادہ بخش۔ تو انتہائی مقام پر پہونچے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اللہ تعالےٰ یہ حکم دیتا ہے۔ کہ کسی بھی مقام پر پہونچ کر یہ مت سمجھو۔ کہ سب کچھ مل گیا۔ بلکہ رب زدنی علما کہو۔ اور یہ دعا کرتے رہو۔ کہ اے خدا مجھے علم دین اور عرفان میں اور بڑھا۔ اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی ترقی کی گنجائش باقی ہے۔ تو اور کون ایسا انسان ہے۔ جس کے لئے کوئی مقام بھی باقی نہ رہا ہو۔ ہر انسان کے

لئے خواہ وہ کسی مقام پر ہو۔ مزید مانگنے کی گنجائش باقی رہتی ہے۔ اور جب تک انسان اس بات کو نہیں سمجھتا۔ کہ خدا تعالےٰ کے قرب کے لئے کوئی انتہا نہیں۔ تب تک وہ نیکی کے مقام کو نہیں پا سکتا۔ جس نے یہ گمان کیا کہ خدا تعالےٰ سے ملنے کی کوئی حد ہے۔ وہ یا تو پاگل ہے یا خدا تعالےٰ کا منکر ہے۔

ایک دفعہ اسی مسجد میں جمعہ کی نماز کے بعد ایک صاحب نے جو باہر سے آئے ہوئے تھے۔ مجھ سے بات کرنے کی خواہش کی۔ میں بیٹھ گیا تو انہوں نے سوال کیا۔ کہ جب کوئی شخص

کسی دوست سے ملنے جائے

تو اس کے پاس پہونچ کر اسے گھوڑے سے اتر جانا چاہیئے۔ یا سوار ہی رہنا چاہیئے۔ یا اگر وہ دریا میں جا رہا ہو۔ تو دوست کو کنارہ پر پا کر کشتی سے اتر پڑے۔ یا اسی میں بیٹھا رہے۔ میں ان کا مطلب سمجھ گیا۔ اور مجھے پتہ لگ گیا کہ یہ اباحتی آدمی ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ نماز روزہ وغیرہ عبادتیں سواری ہیں خدا تعالےٰ تک پہنچانے کی۔ اور جب وہ مل جائے۔ تو پھر ان کی کیا ضرورت ہے۔ وہ یہ کہنا چاہتا تھا کہ ہم لوگ جب نمازیں پڑھتے۔ اور دعائیں مانگتے جاتے ہیں۔ تو کیا خدا تعالےٰ کبھی ملتا ہی نہیں۔ اگر نہیں ملتا تو ان عبادتوں کا کیا فائدہ۔ اور اگر ان کے نتیجہ میں وہ مل جاتا ہے۔ تو پھر ان کی کیا ضرورت باقی رہ سکتی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کا نام ان لوگوں نے طریقت رکھا ہُوا ہے۔ خیر میں اس کا مطلب سمجھ گیا۔ اور میں نے جواب دیا اگر تو دریا محدود ہے تو کنارہ آنے پر کشتی سے اتر جانا چاہیئے لیکن اگر دریا غیر محدود ہے۔ تو جس وقت اترا۔ اسی وقت ڈوبا۔ اس کی نجات

کشتی میں ہی ہے۔ اس پر وہ خاموش ہو گیا اور کہنے لگا۔ کہ اچھا یہ بات ہے۔ میں نے کہا ہاں یہی ہے۔ میں نے اسے بتایا۔ کہ ہم خدا تعالےٰ کو غیر محدود مانتے ہیں۔ اور اس لئے اس کا وصال بھی غیر محدود ہے۔ دریا میں چلنے والا پہلے قدم میں اور جگہ ہوتا ہے دوسرے پر اور جگہ۔ تیسرے پر اور جگہ اور چوتھے پر اور جگہ۔ اگر اس کا مقصد دریا ہی کی سیر ہے۔ تو وہ شروع سے آخر تک دریا کی سیر میں مشغول ہے۔ گو اس کا ہر دوسرا لمحہ پہلے سے مختلف ہے۔ لیکن چونکہ دریا محدود ہے۔ اگر سیر کرنے والا بڑھتا ہی چلا جائے۔ تو آخر دریا ختم ہو جائے گا۔ لیکن اگر دریا کا پاٹ غیر محدود ہے۔ تو گو کشتی میں بیٹھنے کے ساتھ ہی دریا کی سیر شروع ہو جائے گی مگر وہ ختم کبھی نہ ہو گی۔ اور اترنے کا وقت کبھی نہ آئے گا۔ اسی طرح

اللہ تعالےٰ کی محبت میں ترقی کرنیوالا

بھی آگے ہی بڑھتا جاتا ہے۔ اور چونکہ اللہ تعالےٰ کی ہستی غیر محدود ہے۔ اس کا وصال بھی غیر محدود ہے۔ جو شخص دریا میں ایک فٹ بڑھا ہو۔ اس کے متعلق بھی یہی کہتے ہیں۔ کہ وہ دریا میں ہے۔ اور جو وسط میں ہو اس کے متعلق بھی۔ اسی طرح جو وصال الٰہی کی پہلی منزل پر ہی ہے۔ اسے بھی وصال تو حاصل ہے۔ لیکن اگر وہ اس پر مطمئن ہو کر بیٹھ گیا ہے۔ تو وہ عاشق نہیں کہلا سکتا۔ عاشق وہی ہے جو لیتا جائے اور مانگتا جائے۔ اور جو اسے ملے اسے دل میں جگہ دے۔ اور اس سے فائدہ اٹھائے۔ اور پھر اور مانگتا چلا جائے۔ عشق الٰہی کی یہی پرکھ ہے کہ پہلی حاصل کردہ چیز کو اپنے دل میں جگہ دے اور پھر زائد کی درخواست کرے جو شخص پہلی حاصل شدہ سچائی کو اپنے دل میں محبت سے جگہ دیتا ہے اسکا حق ہے

کہ اس کے لئے اور ہدایت کی درخواست کرے۔ حتٰے کہ ہر روز مانگتا جائے۔ بلکہ ہر لمحہ مانگتا جائے۔ ایسا شخص اس زیادہ طلبی کی وجہ سے روز بروز خدا تعالیٰ کے قریب ہوتا جائے گا۔ لیکن اگر پہلی کو پھینک کر اور مانگتا ہے تو خدا تعالیٰ کی طرف سے اسے تھپڑ رسید کیا جائے گا۔ اور خدا تعالیٰ کہے گا۔ کہ نالائق پہلے جو کچھ تجھے دیا گیا ہے۔ اسے تو استعمال کرتا نہیں۔ اور اور مانگتا ہے۔

پس مومن کا فرض ہے۔ کہ وہ دیکھے پہلی سچائی جو اسے ملی ہوئی ہے آیا وہ استعمال کر رہا ہے۔ یا نہیں۔ میں نے کئی دفعہ بتایا ہے۔ کہ

ایک ادنےٰ نیکی سچ بولنا ہے

مگر تم میں سے کتنے ہیں۔ کہ جنہوں نے اس کو اختیار کیا ہوا ہے۔ اور جو اسے بھی اختیار نہیں کرتے۔ اور اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کہتے رہتے ہیں۔ کیا ان کی مثال اس بچہ کی نہیں جو پہلی حاصل شدہ چیز کو تو پھینک دیتا ہے۔ مگر اور مانگنے لگ جاتا ہے وہ اس نیکی کو تو چھوڑتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ سے کہتا ہے۔ کہ مجھے اور دے۔ میں نے کئی بار بتایا ہے۔ کہ سچ بولنا چھوٹی سے چھوٹی نیکی ہے۔ اور اگر ہماری جماعت اسے ہی اختیار کرلے حتٰے کہ دنیا میں ہر شخص یہ اقرار کرے کہ یہ جماعت سچی ہے۔ اور کوئی احمدی جھوٹ نہیں بول سکتا۔ تو ہمارا یہ ایک عمل ہی دوسرے ہزاروں عیوب کی پردہ پوشی کر سکتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ جماعت نے ابھی یہ بھی تو حاصل نہیں کی۔ ہزاروں آدمی ابھی ایسے ہیں۔ جو سچ کی تعریف بھی نہیں سمجھتے پچھلے دنوں ہی میں نے ایک خطبہ پڑھا تھا۔ جو شائد ابھی چھپا ہے۔ یا نہیں۔ مگر ابھی جو میں لاہور گیا۔ تو وہاں ایک دوست

ایک واقعہ

سنانے لگے۔ کہ فلاں شخص نے یوں جھوٹ بولا۔ گویا یہ کوئی بڑے فخر کی بات تھی۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ پچاس سال سے جماعت کو یہ سبق دیا جا رہا ہے۔ کہ سچائی ایک قیمتی جوہر ہے۔ جس کے بغیر کوئی نیکی نہیں۔ کوئی شخص صبح سے شام تک روزہ رکھے۔ اور ساری رات تہجد میں لگا رہے۔ اور ذکر الٰہی میں مشغول رہے۔ لیکن اگر اس میں سچائی نہیں۔ تو اس کی یہ ساری عبادتیں مچھر کے پر کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتیں۔ تم چندے دے دے کر کنگال ہو جاؤ۔ تمہارے بیوی بچوں کے تن پر کپڑا نہ رہے اور کھانے کو نہ ملے۔ پچاس سال سے تم نے اس نیکی میں کبھی ناغہ نہ کیا ہو لیکن اگر تمہارے اندر سچائی پیدا نہیں ہوئی تو تمہارے دل میں احمدیت کا ایک ذرہ بھی نہیں۔

سچائی پہلی سیڑھی ہے

اور جو شخص پہلی سیڑھی پر قدم نہیں رکھتا۔ وہ دوسری پر نہیں پہونچ سکتا یاد رکھو۔ کہ چند نیکیاں ابتدائی ہیں جب تک وہ حاصل نہ ہو۔ کچھ نہیں مل سکتا۔ اور ان کے بغیر جو ملے گا۔ وہ ریا۔ مکر۔ فریب۔ دغا اور دھوکا ہوگا اور سچائی ابتدائی نیکیوں میں سے ہے جب تک یہ حاصل نہیں ہوتی۔ تم اور کوئی نیکی حاصل نہیں کر سکتے جس طرح خدا تعالیٰ پر ایمان کا ہونا نیکی کے لئے ضروری ہے۔ اسی طرح سچائی بھی ضروری ہے۔ مومن اور غیر مومن میں یہی فرق ہوتا ہے۔ کہ مومن سچا ہوتا ہے۔ کوئی شخص خواہ کتنی نمازیں پڑھے نیکی کی ہر آواز پر فوراً لبیک کہے۔ لیکن اگر وہ

سچائی پر قائم نہیں

تو اس کی نمازیں بے سود ہیں۔ اور اس کا خدا تعالیٰ کی آواز پر لبیک کہنا فریب ہے۔ کیونکہ دوسری سیڑھی پر وہی چڑھ سکتا ہے۔ جو پہلی پر چڑھے۔ جو پہلی سیڑھی پر قدم رکھے بغیر سمجھتا ہے۔ کہ میں آخری پر پہونچ گیا ہوں۔ وہ پاگل ہے۔ اور اس کا یہ دعوے ایسا ہی ہے۔ جیسا بعض پاگل بادشاہ ہونے کا دعوے کیا کرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ کہ ہم بادشاہ ہیں۔ پاگلوں میں اپنے آپ کو بادشاہ سمجھنے والے بھی ہوتے ہیں۔ اور ولی اللہ اور فلاسفر بھی۔ میں نے

پاگل خانہ

دیکھا ہے۔ بعض وہاں ایسے تھے۔ جو مہدی ہونے کے مدعی تھے۔ بعض اپنے آپ کو بادشاہ سمجھتے تھے میں جب پاگل خانہ دیکھنے گیا۔ تو ایک پاگل نے میرے کان میں آکر کہا۔ کہ میں ایڈورڈ ہفتم ہوں۔ یہاں سیر کے لئے آیا ہوا ہوں۔ مگر آپ یہ بات کسی کو بتائیں نہیں۔ جو ڈاکٹر میرے ساتھ تھا۔ اس نے بتایا۔ کہ یہ ہر شخص کو اسی طرح کہتا ہے تو کئی پاگل بادشاہ ہونے کے مدعی ہوتے ہیں۔ مگر ہم چونکہ جانتے ہیں۔ کہ یہ پہلی سیڑھی ہی نہیں چڑھا۔ اس لئے اُسے پاگل قرار دیتے ہیں۔ اگر پہلی منازل وہ طے کر چکا ہوتا۔ تو ہم اسے پاگل نہ کہتے۔ بادشاہ کے لئے یہ کوئی ضروری تو نہیں۔ کہ وہ بادشاہ کا ہی بیٹا ہو۔ آخر عوام میں سے بھی تو بادشاہ ہوئے ہیں نادرشاہ کسی

بادشاہ کا بیٹا

نہیں تھا۔ بلکہ اس کا باپ گڈریا تھا جب اس نے ہندوستان کو فتح کیا۔ تو ایک روز دربار لگا ہوا تھا۔ درباریوں نے مشورہ کیا۔ کہ مختلف خاندانوں کا تذکرہ کرتے ہوئے آخر نادرشاہ سے اس کے خاندان کے متعلق پوچھا جائے۔ اور چونکہ وہ کسی اعلےٰ خاندان سے نہیں۔ اس لئے بہت نادم ہوگا۔ چنانچہ اسی رنگ میں گفتگو شروع ہو گئی۔ نادرشاہ سمجھ گیا۔ کہ مقصد کیا ہے۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ ترقی دیتا ہے۔ انہیں ذہن رسا بھی حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ بیٹھا مسکراتا رہا۔ آخر بات ہوتے ہوتے اس تک پہونچی۔ اور اس سے پوچھا گیا۔ کہ جناب کے باپ کا نام اور خاندانی حالات کیا ہیں۔ اس نے تلوار نکال کر کہا۔ کہ میرے باپ کا نام یہی ہے۔ جسے تم میری تلوار کو دیکھ چکے ہو۔ تمہیں میرے باپ کے نام سے کیا غرض۔ میں تمہیں فتح کر کے یہاں بیٹھا ہوں۔ اور جسے ذاتی جوہر حاصل ہوا ہے والد کے جوہر کی کیا ضرورت۔ بھلا اس بادشاہ کو جو اس وقت نادرشاہ کے غلام کی حیثیت رکھتا تھا۔ بابر اور ہمایوں کی اولاد میں سے ہونے کا کیا فائدہ پہنچ سکتا تھا اور نادرشاہ کو جس نے تلوار سے فتح حاصل کی تھی۔ اس بات سے کیا نقصان ہو سکتا تھا۔ کہ اس کا باپ گڈریا تھا۔ تو انسان ذاتی جوہر سے بھی ترقی کر سکتا ہے۔ اس لئے اگر بادشاہ ہونے کا مدعی پہلی سیڑھیاں طے نہ کر چکا ہو۔ تو اسے پاگل کہا جائے گا۔ لیکن اگر وہ پہلے فتوحات حاصل کرے۔ اور پھر کہے۔ کہ میں بادشاہ ہوں۔ تو سب کہیں گے۔ کہ ہاں حضور بے شک بادشاہ ہیں تو پہلی سیڑھی کے بغیر دوسری کا خیال کرنا جنون ہے۔

اسی طرح سچائی پر قائم ہوئے بغیر

جو شخص سمجھتا ہے۔ کہ میں مسلمان احمدی نیک اور ولی اللہ بن گیا ہوں وہ پاگل ہے۔ کیونکہ وہ کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ جب تک سچائی کو اختیار نہیں کرتا۔ اور اس کے بغیر اگر کوئی روحانی دعوے کرتا ہے۔ وہ یا تو پاگل ہے۔ اور یا پھر دنیا کو دھوکا دیتا ہے۔ سچائی ابتدائی نیکی ہے۔ اس کی تعلیم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شروع نہیں ہوئی۔ بلکہ آپ سے پہلے اس کی تعلیم حضرت عیسٰےؑ دے چکے تھے۔ اور وہ بھی یہ تعلیم دینے نہیں آئے تھے۔ کیونکہ یہ بات ان سے بھی پہلے حضرت موسےؑ کہہ چکے تھے۔ اور وہ بھی یہ سکھانے کے لئے نہیں آئے تھے۔ بلکہ ان سے بھی پہلے حضرت ابراہیمؑ یہ بات کہہ چکے تھے۔ اور وہ بھی اس کے لئے نہیں آئے تھے۔ بلکہ یہ حکم ان سے پہلے حضرت نوحؑ بتا چکے تھے۔ اور حضرت نوح بھی یہ بات بتانے کے لئے نہیں آئے تھے۔ کیونکہ ان سے پہلے حضرت آدمؑ اس کا اعلان کر چکے تھے۔ گویا انسان کی پیدائش کے وقت سے اسے

سچ بولنے کی تعلیم

دی گئی ہے۔ اور جو سچائی اس طرح سب دنیا میں متفقہ ہو۔ وہ روحانیت کے لئے بطور بنیاد کے ہوتی ہے اور اس کو خدا تعالےٰ نے روحانیت کے لئے ایسا ہی ضروری قرار دیا ہوتا ہے۔ جیسا کہ جسم کے لئے ناک کان وغیرہ۔ ہندوستانی۔ افغان۔ عرب۔ اور مغربی لوگوں کے لباس میں تو فرق ہو سکتا ہے۔ زبانوں میں فرق ہو سکتا ہے۔ مگر ناک۔ کان آنکھوں میں کوئی فرق نہ ہوگا۔ یہ تو ہو سکتا ہے۔ کہ یورپ کے رہنے والوں کے رنگ گورے ہوں مگر آنکھیں ان کی بھی دو ہی ہوں گی۔ ان کے بال بھورے ہوں گے۔ مگر یہ نہیں ہوگا۔ کہ ناک سر کے پیچھے ہو۔ یہی چیزیں انسان کی شکل کہلاتی ہیں۔ اسی طرح روحانیت میں بھی بعض باتیں اس کی شکل میں شامل ہیں۔ جو چیز حضرت آدمؑ کے وقت انسان کو نہیں ملی۔ وہ روحانی جسم کا حصہ نہیں۔ بلکہ زائد چیز ہے۔ روحانی جسم کو مکمل کرنے والی وہی چیزیں ہیں۔ جو آدم سے لے کر محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تک ایک ہی رہیں اور ان میں سے ایک سچائی ہے جس طرح آدم سے لے کر اس وقت تک انسانوں نے بہت ترقیات کیں۔ مگر آنکھیں اب بھی دو ہی ہیں اسی طرح کئی عبادات قائم ہوئیں۔ اور کئی منسوخ ہوئیں۔ کسی نبی نے شراب کو جائز رکھا۔ اور کسی نے حرام کر دیا۔ کسی نے نماز کا طریق کوئی بتایا۔ اور کسی نے کوئی۔ مگر اس میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ کہ

ہمیشہ سچ بولنا چاہیئے

ہر نبی یہی کہتا آیا ہے۔ کہ ہمیشہ سچ بولو۔

پس جو چیز روحانیت کے لئے بمنزلہ آنکھ کے ہے۔ اسے ترک کر کے انسان کبھی روحانی ترقی حاصل نہیں کر سکتا۔ جس کی آنکھیں نہ ہوں۔ وہ جرنیل نہیں بن سکتا۔ کشتی تو شائد وہ کچھ نہ کچھ کر بھی لے۔ مگر جرنیلی نہیں کر سکے گا۔ اسی طرح روحانیت کے میدان کا شہسوار لولا۔ لنگڑا یا اندھا نہیں ہو سکتا۔ سچائی روحانیت کے جسم کا حصہ ہے۔ جو اسے چھوڑتا ہے وہ روحانیت کو حاصل نہیں کر سکتا اور جو ایسا سمجھتا ہے۔ وہ فریب خوردہ ہے۔ اور بے وقوفوں کی جنت میں آباد ہے۔

ہماری جماعت کو غور کرنا چاہیئے کہ وہ کونسا وقت آئے گا۔ جب وہ یہ خیال کریں گے۔ کہ ہم اب سچ پر قائم ہو جائیں گے۔ بے شک بعض تم میں سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا یا بعض کہہ سکتے ہیں کہ ہم جب سے احمدی ہوئے ہیں۔ اس وقت سے ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ مگر یہ تو کافی نہیں سوال تو یہ ہے کہ جماعت میں

سچائی کے قیام کے لئے

تم نے کیا کوشش کی ہے۔ اگر ہمارے دوست سچائی پر قائم ہو جائیں۔ تو قضا میں کوئی مقدمہ آئے ہی نہیں۔ اور کوئی آئے بھی تو ایسا کہ جس میں کوئی غلط فہمی ہو گئی ہو۔ اور ایسے معاملہ کا فیصلہ کرنا قاضی کے لئے بالکل آسان ہوتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ یہ بات نہیں مقدمات میں ایسے ایسے گواہ پیش ہوتے ہیں۔ جن کے متعلق ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ گو بعض ایسے بھی ہوتے ہیں۔ کہ جو غلط فہمی کی وجہ سے غلط بات کہہ دیتے ہیں۔ لیکن اگر ہم میں ایک شخص بھی ایسا ہے۔ کہ جو جھوٹ بولتا ہے۔ تو وہ ایسا ہی ہے۔ جیسے کسی کو سرطان کی بیماری ہو۔ اور اس کا مقابلہ کرنا تمہارا فرض ہے۔ پس

یہ وعدہ کرو

کہ آئندہ نہ تو خود جھوٹ بولو گے۔ اور نہ ہی اپنی اولادوں اور محلہ والوں کو بولنے دو گے۔ اور جب تم اپنی اولادوں کو جھوٹ سیکھنے ہی کا موقعہ نہ دو گے تو جھوٹ کہاں رہ جائیگا۔ بعض بچوں کو جوئیں پڑ جاتی ہیں تو سارا گھر باری باری نکالنے بیٹھتا ہے۔ حتیٰ کہ چن چن کر سب کو مار دیتے ہیں۔ بلکہ لیکھیں بھی تلاش کر کے ختم کر دیتے ہیں۔ اسی طرح تم جھوٹ کو ختم کرو جس طرح دیوانے کتے کی تلاش کر کے اسے ہلاک کیا جاتا ہے۔ اسی طرح تم جھوٹ کو مٹاؤ۔ سانپ اور بچھو کو اتنا زہریلا نہ سمجھو۔ جتنا جھوٹ کو اگر تم ایسا کرو۔ تو چھ ماہ کے اندر اندر جماعت سے جھوٹ کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں ہر شخص یہ سمجھے گا۔ کہ اگر اس جماعت میں رہنا ہے تو جھوٹ چھوڑنا پڑے گا۔ اور جب جھوٹ گیا۔ تو باقی گناہ بھی نہیں رہ سکیں گے۔ بلکہ تمہارے اندر طاقت پیدا ہو جائے گی کہ دوسرے گناہوں کو بھی دبا دو۔ انسان کے اندر اللہ تعالےٰ نے یہ قابلیت رکھی ہے۔ کہ وہ سچائی کی مدد سے ہر گناہ کا مقابلہ کر سکتا ہے پھر ایک دفعہ توجہ کر کے ہماری جماعت جھوٹ کا کیوں خاتمہ نہیں کر دیتی۔

تحریک جدید کے اصول میں سے

ایک یہ تھا۔ کہ سچ بولو۔ مگر افسوس کہ خود تحریک جدید کے متعلق بھی سچ نہیں بولا جاتا۔ میں نے بار بار کہا ہے کہ یہ چندہ مجبوری کا نہیں۔ تم وہی لکھواؤ جو دے سکتے ہو۔ اور اگر نہیں دے سکتے تو مت لکھواؤ۔ مگر کئی لوگ ہیں جو محض اس وجہ سے نام لکھوا دیتے ہیں۔ کہ اس وقت مجلس میں ان کا نام بھی آ جائے۔ کئی ایسے ہیں کہ وہ ہر سال چندہ لکھوا دیتے ہیں۔ مگر ادا نہیں کرتے۔ اور پھر اگلے سال وہ لکھتے ہیں کہ اس سال ہمارا وعدہ ضرور قبول کر لیا جائے۔ اور ہم پچھلے سال کا بھی اس سال میں ادا کر دیں گے۔ مگر پھر کچھ نہیں ادا کرتے۔ اور تیسرے سال پھر لکھتے ہیں کہ وعدہ ضرور لے لیا جائے ورنہ بڑی ذلت ہوگی اور ہم تو بس مر ہی جائینگے۔ اور جب یہ سال بھی گزر گیا تو چٹھی آ جائیگی کہ فلاں مصیبت کی وجہ سے ہم چندہ ادا نہ کر سکے۔ اب کے سال ہمیں ضرور اجازت دی جائے۔ ورنہ غم کی وجہ سے ہم مر جائینگے۔ اس سال تو ضرور ادا کرینگے۔ اور پھر کچھ ادا نہیں کرینگے۔ یہ لوگ یہ نہیں سوچتے کہ ان سے کس نے کہا تھا کہ ضرور چندہ دو۔ اگر دے نہیں سکتے تھے۔ تو انہیں نام لکھوانا کیا ضرور تھا کیا پہلے ہی اگلے گناہ کم تھے۔ کہ دین کے معاملہ میں بھی جھوٹ بولنا ضروری سمجھا

میں نے کئی دفعہ کہا ہے کہ نام لکھوانے کے بعد بھی اگر کوئی سمجھتا ہے۔ کہ وہ چندہ نہیں دے سکیگا۔ تو اسے چاہئیے کہ معاف کرا لے۔ اور یہ کبھی نہیں ہوگا۔ کہ کوئی معاف کرانا چاہے۔ اور میں معاف نہ کروں۔ جو کہیگا میں نہیں دے سکتا۔ اسے معاف کر دیا جائے گا باوجود یکہ دے تو سکتا ہے۔ مگر کہتا ہے۔ کہ مجھ میں ہمت نہیں۔ یا میں دینا نہیں چاہتا۔ یا اگر ہمت تو ہے۔ مگر اپنے بیوی بچوں کو تکالیف میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ ان سب کو بھی میں معاف کرنے کو تیار ہوں۔ بلکہ بغیر کسی عذر کے بھی معاف کرنے پر آمادہ ہوں۔ تا تم گنہگار نہ بنو۔ اور جھوٹے نہ کہلاؤ۔ مگر بعض ہیں۔ کہ وہ نہ تو معاف کراتے ہیں۔ اور نہ ادا کرتے ہیں۔ اور اس طرح

خدا تعالےٰ کے معاملہ میں بھی جھوٹ

سے کام لیتے ہیں۔ اور جو دین کے معاملہ میں جھوٹ بول لیتا ہے۔ وہ دنیا کے معاملہ میں کہاں کمی کرتا ہوگا۔ اچھی طرح یاد رکھو۔ کہ جب تک ہمارے اندر جھوٹ موجود ہے۔ ہم فتح کا وہ دن جس کی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے۔ کبھی نہیں دیکھ سکتے اگر اسے دیکھنے کی تڑپ اپنے دل میں رکھتے ہو تو ان گندوں اور خرابیوں کو دور کرو۔ اگر تم چاہتے ہو۔ کہ اسلام کی اس وقت جو ہتک ہو رہی ہے یہ دور ہو۔ اور خدا تعالےٰ کے نام کو غلبہ حاصل ہو۔ تو اس کی ایک ہی صورت ہے۔ کہ اپنے دلوں سے جھوٹ نکال دو اور اگر تم ایسا کر لو۔ تو اس بات کا یقین رکھو۔ کہ وہ دن قریب سے قریب تر ہوتا جائیگا۔

فتوحات کے لئے قربانی کی ضرورت

ہوتی ہے۔ اور اس کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے۔ کہ کسی قوم کے لیڈر کو یہ معلوم ہو۔ کہ میرے پیچھے جو جماعت ہے وہ کس قدر قربانی کر سکتی ہے۔ اور میرے ہاتھ میں کیا چیز ہے۔ جو میں دشمن پر پھینک سکتا ہوں۔ اسے علم ہونا چاہئیے کہ وہ کتنے آدمیوں کے ساتھ لڑ سکیگا۔ اگر جماعت سچ بولنے والی ہے۔ اور اس کی آواز پر پچاس آدمی لبیک کہتے ہیں۔ تو اسے یقین ہوگا۔ کہ میرے ساتھ پچاس آدمی ضرور ہوں گے۔ اور وہ دلیری کے ساتھ آگے بڑھیگا۔ لیکن اگر صورت یہ ہو۔ کہ لبیک کہتے وقت تو چاروں طرف سے لبیک لبیک کی صدائیں بلند ہوں۔ لیکن میدان میں نکلتے وقت معلوم ہو۔ کہ یہ لبیک لبیک کہنے والے دراصل گوہ کھانے والی بھیڑیں اور بکریاں تھیں۔ تو وہ کس طرح یقین کر سکتا ہے۔ کہ اس دفعہ لبیک کہنے والے جھوٹ نہیں بول رہے۔ اور وہ کس طرح اپنی طاقت کا اندازہ کر سکتا ہے۔ سوال تھوڑوں یا بہتوں کا نہیں ہوتا۔ بعض اوقات ایک آدمی کام کر جاتا ہے۔ آخر حضرت ابوبکرؓ نے کیا تھا یا نہیں جب ان سے کہا گیا۔ کہ مدینہ میں خطرہ ہے۔ اس لئے اسامہ والے لشکر کو روک لیا جائے۔ اس پر آپ نے فرمایا جو ڈرتا ہے وہ یہاں سے چلا جائے میں اکیلا ہی مقابلہ کرونگا تو تھوڑے ہونے کی وجہ سے دینی جنگ کبھی نہیں رک سکتی۔ لیکن اس وجہ سے رک جاتی ہے۔ کہ اپنی طاقت کا صحیح اندازہ نہ ہو سکے۔ اگر امام لبیک کہنے والوں پر قیاس کر کے کوئی ایسی پالیسی اختیار کرتا ہے۔ جس کے لئے ایک ہزار آدمی درکار ہوں گے۔ لیکن عمل کے وقت صرف نو سو آدمی ساتھ آتے ہیں۔ تو اس کی شکست دنیوی لحاظ سے یقینی ہوگی یا نہیں۔ اور اگر وہ نو سو آدمیوں کا اندازہ کر کے کوئی قدم اٹھاتا ہے اور آتا آٹھ سو ہے۔ تو بھی وہ دنیوی لحاظ سے ضرور شکست کھائے گا۔ اس لئے امام کو واضح طور پر معلوم ہونا چاہئیے۔ کہ میں کس قدر قربانی کی امید کر سکتا ہوں۔ اور یہ بات سچائی کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتی۔

مومن کا کام

یہ ہونا چاہئیے۔ کہ جب وہ ایک دفعہ لبیک کہدے۔ تو پھر خواہ کچھ ہو اسے پورا کرے۔ تا امام یقین کے ساتھ یہ فیصلہ کر سکے۔ کہ میرے پاس اتنی طاقت ہے۔ اور اس سے میں نے مقابلہ کرنا ہے۔ وہ کم ہوں یا زیادہ اس کا سوال نہیں کیونکہ دینی کام میں کمی کی وجہ سے ہرج نہیں ہوتا۔ لیکن دھوکے سے بڑا ہوتا ہے۔

دین کا کوئی کام بغیر سچ کے نہیں چل سکتا۔ کئی ضروری کام ایسے ہیں۔ جو محض اس وجہ سے چھوڑنے پڑتے ہیں کہ شائد لبیک کہنے والوں میں سے ایک گروہ گوہ کھانے والی بھیڑیں ثابت ہو۔ ایسا طبقہ گو تھوڑا ہو۔ ایک کثیر جماعت کی قربانیوں کو جو مخلص اور سچی عاشق اللہ تعالےٰ کی ہوتی ہے۔ خراب کر دیتا ہے۔ یا کم سے کم جماعت کی طاقت کو کمزور کر دیتا ہے۔

پس یہ ایک چیز ہے۔ جو اپنے نفسوں پر رحم کرتے ہوئے میری مان لو۔ پھر دیکھو تھوڑے ہی عرصہ میں کس طرح تمام نقشہ بدل جاتا ہے۔ اپنے اندر سچ قائم کرو۔ باقی عیوب تمہارے خود بخود مٹ جائیں گے۔ اور خدا تعالےٰ ان کو باقی نہیں رہنے دیگا۔

پس میں آپ لوگوں کو پھر توجہ دلاتا ہوں۔ کہ اس مسئلہ کو معمولی نہ سمجھتے ہوئے اس پر غور کرو۔

تحریک جدید کے چوتھے سال کے اختتام کے قریب

میں پھر یہ نصیحت کرتا ہوں۔ کہ ہمیشہ سچائی پر قائم رہو۔ اور اگر اپنے اندر طاقت محسوس نہیں کرتے۔ تو سچائی سے کہدو۔ کہ ہم یہ بوجھ نہیں اٹھا سکتے۔ اس سے دین کے کام کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچیگا۔ لیکن تم اپنی جان کو ضرور بچا لو گے۔ دین کے لئے خدا تعالےٰ کوئی اور رستہ کھول دیگا۔ لیکن جب منہ سے وعدہ کر لو۔ تو پھر خواہ کچھ ہو۔ اسے پورا کرو۔ اور اسے پورا کرنے کے لئے اپنے

خون کا آخری قطرہ

تک قربان کرنے سے دریغ نہ کرو۔ پھر دیکھو دنیا کا نقشہ کس طرح بدلتا ہے۔ اسی طرح واقعات میں بھی سچائی اختیار کرو۔ کیونکہ اس کے بغیر بھی دین کے کام میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔

فرض کرو ایک شخص تبلیغ کے لئے باہر جانا چاہتا ہے۔ اسے جب تک یقین نہ ہو کہ میرے محلہ والے اور میرے پڑوسی راستگو ہیں۔ اسے ایک قسم کا خطرہ رہیگا کہ یہ لوگ میری اولاد کو بھی خراب کرینگے

یا جھوٹے مقدمات وغیرہ بنا کر ان کو پریشان کریں گے۔ لیکن اگر وہ جانتا ہے۔ کہ اس کے محلہ کا ہر شخص سچ بولنے والا ہے تو وہ ڈرے گا نہیں۔ اسے خواہ تم دنیا کے کنارہ تک بھیج دو۔ وہ بے خوف و خطر چلا جائے گا۔ وہ اپنے بیوی بچوں کو اپنے ہمسایوں سے محفوظ سمجھے گا۔ اسے اطمینان ہوگا کہ اگر کوئی واقعہ ہوا۔ تو میرے بیوی بچے بھی مجھے اصل واقعات لکھدیں گے۔ اور مد مقابل بھی سچ سچ لکھدے گا۔ اور اس طرح وہاں بیٹھے ہوئے بھی اس کے سامنے قادیان کے حالات ایسے ہی روشن ہونگے۔ جیسے یہاں رہ کر ہو سکتے تھے اور وہ وہاں بیٹھے ہوئے بھی فیصلہ کر سکے گا۔ وہ اگر اس کے بیوی بچوں کی غلطی ہوگی۔ تو ان کو لکھدے گا۔ کہ تمہاری غلطی ہے۔ تو دنیا میں شہادتوں کے وقت سچ بولنا ہمسایوں کو طاقت اور اہل محلہ کو برکت دیتا ہے اور

دین کے معاملہ میں سچ بولنا

نظام کو وسیع اور مضبوط کرتا ہے پس یہ گر ایک دفعہ اختیار کر لو۔ اور دوسروں کو اختیار کرنے میں مدد دو یعنی وعدہ کرو۔ کہ اپنے محلہ میں اور ارد گرد رہنے والوں کو جھوٹ نہیں بولنے دو گے۔ اور فیصلہ کر لو کہ خواہ انجام کچھ ہو۔ جھوٹا آدمی کوئی بھی اس جماعت میں نہ رہنے دیں گے۔ تو اس طرح خواہ آدھے لوگوں کو بھی نکالنا پڑے۔ کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ جھوٹا آدمی اگر ایک بھی ہے تو وہ سخت خطرناک ہے۔ مگر اس وقت تو بہت سے ہیں۔ کئی ہیں۔ جو دوست کی خاطر جھوٹ بول دیتے ہیں، حالانکہ یہ دوست کی خیر خواہی نہیں بلکہ اس سے دشمنی کے مترادف ہے۔ دوست کے ساتھ سچی ہمدردی یہ ہوتی ہے۔ کہ اگر وہ غلطی پر ہو تو اسے یہ مشورہ دیا جائے۔ کہ اپنی غلطی کا اقرار کر لو۔ یہ قدم اٹھاؤ۔ تو تم دیکھو گے۔ کہ تمہارے لئے دنیا کی کوئی مصیبت باقی نہیں رہے گی۔ اور تمہارے اندر ایسی دلیری پیدا ہو جائے گی۔ جو ہر مخالفت کو ایک زبردست دریا کی طاقت کے ساتھ خس و خاشاک کی طرح بہا کرلے جائیگی جھوٹ ہمیشہ بزدلی پیدا کرتا ہے۔ اگر تم نے کسی کو پیٹا ہے۔ تو بعد میں جھوٹ سے کام نہ لو۔ اگر شریعت تمہیں اس کو پیٹنے کا حق دیتی ہے۔ تو اس کا اقرار کرو۔ بلکہ یہ بھی کہو۔ کہ میں پھر بھی ایسا ہی کروں گا۔ لیکن اگر شریعت اجازت نہیں دیتی۔ تو اقرار کرو۔ کہ مجھ سے غلطی ہوتی ہے۔ خواہ اس کا انجام کچھ ہو۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا۔ کہ تم قید ہو جاؤ گے لیکن تم اس زندگی میں قید سے ڈرتے ہو۔ اور خدا تعالے کی قید کا تمہیں کوئی خوف نہیں۔ غرض تم سے جو فعل بھی سرزد ہو اس کا صاف طور پر اقرار کرو۔ اور اگر شریعت تمہیں اس کا حق دیتی ہے تو کہدو کہ ہم آئندہ بھی اس حق کو استعمال کرینگے لیکن اگر ایسا کرنے کا تمہیں حق نہیں تو اپنی

غلطی کا اقرار کرو

قضاء میں کئی مقدمات آتے ہیں۔ ایک احمدی احمدی سے لڑتا ہے یا اسے گالی دیتا ہے۔ اسے چاہیئے تو یہ کہ جس قدر قصور ہوا ہے اس کا اقرار کرے لیکن کئی احمدی اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ انہیں سمجھنا چاہیئے کہ اقرار جرم کے نتیجہ میں اگر کچھ جرمانہ ہو جائے گا۔ یا چند روز کے لئے مقاطعہ ہو جائے گا۔ تو کیا ہے۔ کیا وہ سمجھتے ہیں کہ یہاں تھوڑے سے جرمانے یا چند روز کے مقاطعہ سے دوزخ میں جانا زیادہ آسان ہے۔ اگر وہ غور کریں۔ تو یہاں کی سزا تو عین رحمت ہے وہ اسے کیوں عذاب سمجھتے ہیں۔ اگر وہ خیال کرتے ہیں کہ مقاطعہ کی وجہ سے لوگوں میں ان کی سبکی ہوگی۔ تو کیا اس وقت ان کی سبکی نہ ہوگی۔ جب ان کے آباؤ اجداد اور ان کے بیٹوں۔ پوتوں اور پڑپوتوں کے سامنے انہیں دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ اگر وہ غور کریں تو یہ دنیوی سزا ایک نہایت حقیر سزا ہے آخرت کی سزا کے مقابلہ میں اور انہیں اسے اپنے لئے رحمت سمجھنا چاہیئے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا۔ تو ایک روز مجلس لگی ہوئی تھی۔ اور آپ اپنی وفات کے متعلق ہی ارشاد فرما رہے تھے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ دیکھو ہر انسان جو اس دنیا میں کسی کو دکھ دیتا ہے۔ اس کی سزا خدا تعالے کے حضور پائیگا اور میں نہیں چاہتا۔ کہ میں اللہ تعالے کے حضور شرمندہ ہوں۔ اس لئے میری خواہش ہے کہ جسے مجھ سے کوئی تکلیف پہنچی ہو۔ وہ اس کا بدلہ آج ہی مجھ سے لے لے۔ اس بات کا صحابہ پر جو اثر ہو سکتا تھا۔ وہ ظاہر ہے۔ اور اس کا قیاس وہی کر سکتا ہے۔ جسے کسی سے سچی محبت ہو۔ یہ بات سن کر ان کو ایسا معلوم ہوا۔ جیسا کہ کسی نے انکے سینوں میں خنجر گھونپ دیا ہو اور وہ بیتاب ہو کر رونے لگے۔ لیکن ایک صحابی نے کہا۔ یا رسول اللہ فلاں موقعہ پر آپ نے مجھے کہنی ماری تھی۔ آپ جنگ کے لئے صفیں درست کر رہے تھے۔ راستہ تنگ تھا۔ اور گذرتے ہوئے آپ کی کہنی مجھے لگی تھی۔ آپ نے فرمایا تم مجھے کہنی مار لو۔ اس صحابی نے کہا یا رسول اللہ میں اس وقت ننگے بدن تھا۔ اور آپ نے کرتہ پہن رکھا ہے۔ اس پر آپ نے اپنا کرتہ اٹھا دیا۔ اس وقت صحابہ کی جو حالت ہوگی وہ ظاہر ہے۔ ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہوگا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نظر ادھر ہو۔ تو اس شخص کو ٹکڑے ٹکڑے کر دوں۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا رعب ایسا تھا۔ کہ کسی کو بولنے کی جرأت نہ تھی۔ جب آپ نے کرتہ اوپر اٹھایا تو وہ صحابی آگے بڑھا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر اسی جگہ بوسہ دیا اور کہا یا رسول اللہ آپ اب ہم سے جدا ہونے والے ہیں۔ یہ آخری موقعہ تھا۔ میں نے چاہا کہ اس سے فائدہ اٹھا کر آپ کے جسم کو چھو تو لوں۔ پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی

آخرت کی سزا

سے ڈرتے رہے۔ تو پھر اور کون ہے جو یہاں کی سزا کو سخت کہہ سکے۔ پس ہمیشہ سچ بولو۔ اور اگر اس کے نتیجہ میں کوئی سزا بھی ملے۔ وہ تمہارے لئے رحمت کا موجب ہوگی۔ دنیا میں کتنے لوگ ہیں جو سزا سے بچنے کے لئے رشوتیں دیتے ہیں۔ آخر وہ بھی تو ایک سزا ہے کیونکہ اس میں بھی روپیہ جاتا ہے تو لوگ رشوتیں دیکر گورنمنٹ کی سزا سے بچنا چاہتے ہیں۔ اور یہاں خدا تعالیٰ نے خود تمہارے لئے انتظام کر دیا ہے کہ دنیا میں قضاء مقرر کر دی۔ تا تم آخرت کی سزا سے بچ جاؤ مگر تم اس سے بچنا چاہتے ہو۔ حالانکہ رشوت کی نسبت یہ کتنا آسان علاج اور بہتر طبیب علاج ہے۔ پس میں پھر ایک دفعہ آپ لوگوں سے کہتا ہوں۔ کہ اپنی جانوں پر رحم کرو۔ اولادوں پر رحم کرو۔ سلسلہ پر رحم کرو۔ اور میں یہ تو نہیں کہتا کہ خدا تعالے کے نبیوں پر رحم کرو۔ لیکن یہ کہتا ہوں کہ ان کی محبت کو یاد کر کے ان کی روحوں کو خوش کرنے کے لئے اور ان کے کام کو تباہی سے بچانے کے لئے ہمیشہ کے لئے سچائی کو اختیار کرلو۔ خود سچ بولو۔ اور اپنی اولاد کو

درد کی دوا

قیمت ۹۰ گولی کی شیشی عہ روپے محصولڈاک ۸ر

ایلیمنٹ

رجسٹرڈ ... [illegible]

جوڑوں کی درد۔ رینگن وا۔ کمر درد کولہوں کا درد۔ گھٹنے کا درد۔ ریحی اور عصابی درد۔ سردی یا ورم سے ہونے والے تمام درد اسپنیڈک سے دور ہو جاتے ہیں۔ بذریعہ پیشاب تمام فاسد مادہ خارج ہو جاتا ہے

پتہ:۔ دواخانہ مفرح حیات ۵۵ فلیمنگ روڈ۔ لاہور

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے مسٹر چیمبرلین وزیر اعظم برطانیہ کو مبارکباد کا تار

قادیان ۲ اکتوبر۔ مسٹر چیمبرلین وزیر اعظم برطانیہ نے دنیا میں امن قائم کرنے کیلئے جرمنی اور چیکوسلواکیہ کی الجھن کو دور کرنے میں جو مساعی جمیلہ کی ہیں۔ ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے انہیں کل مبارکباد کا حسب ذیل تار ارسال فرمایا۔

"میں اپنی اور جماعت احمدیہ کی طرف سے جس کے افراد تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ کی ان مساعی جمیلہ پر جو آپ نے دنیا میں قیام امن کے لئے سرانجام دی ہیں۔ اور اس کامیابی پر جو خدا تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔ دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ ان لاکھوں والدین کے دل جن کے بچوں کی زندگیاں آپ نے بچالی ہیں۔ آپ کے اس عظیم الشان کارنامہ پر آپ کے لئے جذبات تشکر و امتنان سے پُر ہیں۔ دعا ہے۔ کہ قیام امن کی مزید مساعی میں بھی خدا تعالیٰ آپ کی امداد فرمائے۔ اور آپ کو ہندوستان اور فلسطین میں بھی امن اور خوشحالی کے قیام کی توفیق عطا کرے۔

ہز ہائی نس مہاراجہ بہادر پٹیالہ کا دربار تاجپوشی جماعت احمدیہ کی طرف سے تبریک

قادیان ۲ اکتوبر۔ کل ناظر صاحب امور خارجہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی طرف سے حسب ذیل تار مہاراجہ بہادر پٹیالہ کی خدمت میں ارسال کیا گیا۔

براہ مہربانی جماعت احمدیہ کی طرف سے دربار تاجپوشی کی تقریب پر دلی مبارکباد قبول فرمائیں۔ دعا ہے خدا تعالیٰ اس مفید اور نیک کام میں جو آپ کر رہے ہیں آپ کی مدد فرمائے اور اسے جاری رکھنے کی توفیق بخشے۔ ناظر امور خارجہ جماعت احمدیہ قادیان

درختوں کی نیلامی

۳ اکتوبر ۱۹۳۸ء بروز سوموار بوقت ۵ بجے شام بورڈنگ ہائی سکول اور تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے احاطہ میں ۲ درختان بیری خشک شدہ اور جس قدر درخت کٹے پڑے ہیں وہ سب کے سب اور چند درختان شیشم موقعہ پر منشی محمد الدین صاحب مختار عام صدر انجمن احمدیہ قادیان نیلام کرینگے۔ یہ درخت اور شاخیں علاوہ جلانے کے کارآمد لکڑی بھی ہے۔ خواہشمند احباب وقت مقررہ پر پہنچکر خرید فرمادیں۔ جو دوست آدیں وہ مسجد نور کے پاس ۵ بجے شام جمع ہو جائیں۔ رقم نقد وصول کی جاوے گی۔

ناظم جائیداد صدر انجمن احمدیہ۔ قادیان

خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب کی معذرت اور ان کا موجودہ پتہ

خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب ناظر بیت المال سندھ سے احباب کی آگاہی کیلئے لکھتے ہیں۔

"میں بعض ضروری امور کے لئے اواخر اگست سے سندھ میں آیا ہوا ہوں زیادہ عرصہ کراچی میں رہا۔ اور اب حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی خدمت میں رہوں گا۔ اگر احباب کو ان کے بعض خطوط کا جو میرے نام ہوں جواب جلد نہ ملے۔ تو معذور خیال فرمائیں۔

نیز آئندہ خط و کتابت کے لئے پتہ مفصلہ ذیل ہوگا۔

Khan Sahib M. Farzand Ali
Nasirabad Estate
P. O. Kunjhejhi (?)
Sind

جائنٹ ناظر بیت المال

احمدی کاشتکاروں کی ضرورت

قادیان سے ۱۳ میل کے فاصلہ پر کچھ اراضی کی کاشت کے لئے احمدی کاشتکاروں کی ضرورت ہے۔ زمین بارانی اول سیلابہ دریائی اور چاہی ہے فصل خریف اور ربیع کی جملہ اجناس اعلیٰ پیمانہ پر پیدا ہوتی ہیں باغ اور سبزی کیلئے عمدہ موقع ہے۔ ریلوے سٹیشن صرف ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔

ضرورتمند احباب اپنی درخواستیں جن میں پوری تفصیل درج ہو معہ تصدیق پریذیڈنٹ مجھے بھجوادیں۔ ناظر امور خارجہ قادیان

درزی اور کٹر کی ضرورت

افریقہ میں چند ایسے احمدی درزیوں کی ضرورت ہے۔ جو درزی یا کٹر کے کام میں اعلیٰ قابلیت رکھتے ہوں پہلے کسی انگریزی فرم میں کام کیا ہو۔ ضرورتمند احباب اپنی درخواستیں جن میں عمر صحت۔ قابلیت و تجربہ جملہ کوائف درج ہوں بمعہ نقول اسناد و تصدیق مقامی عہدہ دار یا امیر جماعت جلد سے جلد میرے پاس بھجوا دیں۔ کامیاب امیدواروں کو مصارف کرایہ خود برداشت کرنے ہونگے۔ ناظر امور خارجہ

ضروری اعلان

ایسے بے کار دوست جو کم از کم ایک ہزار روپیہ لگا کر ایک فائدہ مند تجارت کرنے کے لئے طیار ہوں۔ اپنے پتوں سے مجھے اطلاع دیں۔ تاکہ ان کو تفصیلات کا علم دیا جا سکے۔ ناظر امور خارجہ قادیان

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

میونخ۔ ۳۰ ستمبر۔ میونخ کانفرنس نے جو چیکوسلاویکیہ اور جرمن کے نزاع کا فیصلہ کرنے کے لئے منعقد ہوئی تھی ذیل کی تجاویز منظور کیں۔ اور حکومت چیکوسلواکیہ نے ان تجاویز کو منظور کر لیا ہے (۱) یکم اکتوبر کو سوڈٹین جرمن علاقے سے چیک قوم کے سپاہی اور پولیس واپس بلالی جائے (۲) ۱۰ اکتوبر تک تمام سوڈٹین جرمن علاقہ خالی کر دیا جائے۔ لیکن ان علاقوں کی کسی عمارت اور وسائل رسل و رسائل اور ڈاک خانوں وغیرہ کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ اگر کسی عمارت وغیرہ کو نقصان پہنچایا گیا۔ تو حکومت چیکوسلواکیہ اس کی ذمہ دار ہوگی۔ (۳) سوڈٹین جرمن علاقوں کی حدود کا تعین کرنے کے لئے ایک بین الاقوامی کمیشن تیار کیا جائیگا۔ جس میں فرانس۔ برطانیہ۔ چیکوسلواکیہ۔ جرمنی کے نمائندے اور اٹلی کا نائب وزیر خارجہ ہوگا۔ (۴) جن اضلاع میں جرمن قوم کی اکثریت ہے۔ وہ علاقے یکم اکتوبر کو جرمن افواج کے سپرد کر دیئے جائیں (۵) بین الاقوامی کمیشن یہ فیصلہ بھی کریگا کہ کن علاقوں میں استصواب رائے عامہ کیا جائے۔ اور یہ کمیشن نومبر کے اختتام سے پہلے پہلے استصواب رائے عامہ کی تاریخ اور علاقوں کا اعلان کریگا۔ (۶) سوڈٹین جرمن قبضہ کے بعد چھ ماہ تک چیک باشندوں کو آنے جانے کا حق ہوگا۔ لیکن اس کے بعد چیک حکومت اور جرمن حکومت کے نمائندوں کا ایک مشترکہ بورڈ ایسی تجاویز مرتب کریگا کہ آئندہ کے لئے چیک اور سوڈٹین باشندوں کو ایک دوسرے کے علاقہ میں جانے کے لئے مراعات دی جاسکیں۔ (۷) حکومت چیکوسلواکیہ فوج پولیس اور دیگر محکموں سے سوڈٹین جرمنوں کو ان کی خواہشات کے مطابق علیحدہ کر دے اور اس اثناء میں تمام سوڈٹین جرمن قیدیوں کو رہا کر دیا جائے۔ (۸) کمیشن کو اس امر کی سفارش کرنے کا اختیار ہوگا کہ فلاں فلاں علاقوں میں بین الاقوامی فوج مقرر کر دی جائے۔

حکومت فرانس اور برطانیہ نے ایک مشترکہ اعلان شائع کیا ہے کہ برطانیہ اور فرانس اس وعدے کے مطابق کانفرنس میں شریک ہوئے ہیں کہ نئی تجاویز کے مطابق چیکوسلواکیہ کی سرحدات کی حفاظت کر سکے۔ اٹلی اور جرمنوں نے بھی ایک مشترکہ اعلان شائع کیا ہے کہ اگر تین ماہ کے اندر اندر حکومت چیکوسلواکیہ نے دوسرے ممالک کی اقلیتوں کا اطمینان بخش حل کر لیا۔ تو اٹلی اور جرمنی چیکوسلاویکیہ کو جدید سرحدات کی حفاظت کی ضمانت دیں گے۔ اگر فیصلہ نہ ہو سکا۔ تو پھر اس کے تصفیہ کے لئے چار ممالک کی کانفرنس بلائی جائے گی۔

مسولینی نے کانفرنس میں ہسپانیہ سے غیر ملکی والنٹیروں کی واپسی کا سوال بھی اٹھایا اور کہا کہ اس کانفرنس میں قیام امن کی ان تمام تجاویز کو طے کر لیا جائے جن کی عدم تکمیل کی وجہ سے کسی موقع پر یورپ کے امن کے تباہ ہو جانے کا خطرہ ہو۔ اس تجویز پر کچھ دیر غور ہوتا رہا۔ لیکن اس کے تصفیہ اور عدم تصفیہ کے متعلق کوئی سرکاری اعلان شائع نہیں کیا گیا۔

پراگ یکم اکتوبر۔ حکومت جرمنی نے اپنی فوجوں کو حکم دیدیا ہے کہ وہ چیکوسلواکیہ کے اس علاقہ پر قبضہ کر لیں جہاں جرمنوں کی اکثریت ہے۔ چنانچہ فوجوں نے چند گھنٹوں کے اندر اندر سوڈٹین علاقہ کے ابتدائی حصہ پر قبضہ کر لیا۔ فوجیں آہستہ آہستہ بڑھ رہی ہیں تاکہ چیک اور جرمن فوجوں میں تصادم نہ ہو جائے۔ لیکن پھر بھی شہر آش میں چیک اور جرمن افواج میں تصادم ہو گیا۔ دونوں طرف سے گولیاں چلائی گئیں۔ جس میں کئی چیک اور جرمن سپاہی ہلاک و زخمی ہو گئے۔ اس قسم کے اور بھی حادثات شہر آش میں پیش آ رہے ہیں۔

پولینڈ نے چیکوسلواکیہ کو الٹی میٹم دیا تھا کہ حکومت چیکوسلاویکیہ ان تمام علاقوں کو جن میں پولینڈ کے باشندوں کی اکثریت ہے۔ پولینڈ کے حوالے کر دے۔ اس مطالبہ پر چیکوسلاویکیہ کے باشندوں میں بے چینی ہے اور سخت مظاہرات کر رہے ہیں لیکن اس کے باوجود حکومت چیکوسلاویکیہ نے اس مطالبہ کو منظور کر لیا ہے۔ چنانچہ پولینڈ کی فوجیں ایک شہر پر قبضہ کر چکی ہیں باقی علاقوں سے دستبردار ہو جانے کے متعلق حکومت نے کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا خیال کیا جاتا ہے کہ ۱۰ اکتوبر تک یہ علاقہ پولینڈ کے حوالے کر دیا جائے گا۔

شملہ یکم اکتوبر۔ یورپ کے صورت حالات چونکہ اب خوشگوار ہو گئے ہیں اس لئے گورنمنٹ ہند نے فوجوں کی نقل و حرکت کا پروگرام منسوخ کر دیا ہے۔

لنڈن یکم اکتوبر۔ اخبار پرتاپ لاہور لکھتا ہے کہ مسٹر چیمبرلین اور ہر ہٹلر کے مابین ایک خفیہ معاہدہ بھی طے ہوا ہے۔ جس کی شرائط حسب ذیل ہیں (۱) اب سلطنت برطانیہ کے طول و عرض میں کمیونزم کے خلاف جہاد کیا جائے (۲) برطانوی فیسٹوں کی اخلاقی حوصلہ افزائی کی جائے گی اور دونوں ممالک کے تمدنی تعلقات کو زیادہ مضبوط بنایا جائے گا (۳) جرمنی فلسطین کے عربوں کی امداد نہیں کرے گا اور ہندوستان اور برطانوی نوآبادیات میں نازی پراپیگنڈہ بند کر دے گا۔ (۴) جرمنی کو جنوب مغربی افریقہ کے سوا اس کی باقی نوآبادیاں آئندہ چھ ماہ کے اندر واپس مل جائیں گی

کراچی۔ ۳۰ ستمبر۔ تمام اہم مقامات پر جن میں منوہرہ بھی شامل ہے طیارہ شکن توپیں نصب کر دی گئی ہیں۔

ٹوکیو۔ ۳۰ ستمبر۔ جاپان کے فوجی افسروں کا دعویٰ ہے کہ جاپانی فوجیں دریائے ینگٹسی کے شمالی ساحل پر واقعہ شہر سٹین چیانگ شینگ پر قابض ہو گئی ہیں۔ علاوہ ازیں ہانکو سے اس طرف تمام قلعوں پر جاپانیوں نے قبضہ کر لیا ہے

ناگپور۔ ۳۰ ستمبر۔ کل سی پی اسمبلی کے اجلاس میں ایک ریزولیوشن پیش ہوا۔ کہ سی۔ پی کے مرہٹی علاقہ کو علیحدہ صوبہ بنا دیا جائے۔ اور ایم دیش مکھ سابق وزیر نے اس کی تائید کی اور کہا کہ کانگرس نے اس اصول کو تسلیم کر لیا ہے کہ صوبہ کی تقسیم زبان کے لحاظ سے ہونی چاہیئے۔ اپوزیشن کے لیڈر نے بھی اس کی تائید کی۔

ٹریونڈرم یکم اکتوبر۔ کل ٹریونڈرم سے ۲۰ میل کے فاصلہ پر بانگوڈے کے مقام پر ایک مسلح ہجوم نے پولیس چوکی پر حملہ کر دیا۔ جس سے کئی سپاہی مجروح ہوئے پولیس نے دو دفعہ گولی چلائی۔ کلارا کے نواح میں ان بلوائیوں نے درخت کاٹ کر بچھا دیئے۔ جب پی ڈبلیو۔ ڈی کے قلیوں نے ان درختوں کو ہٹانے کی کوشش کی تو ان پر بھی حملہ کر دیا۔ اس حادثہ میں سب ڈویژنل آفیسر شدید طور پر مجروح ہوئے۔ ان کی موٹر کو آگ لگا دی گئی۔ اور ڈرائیور کا ابھی تک سراغ نہیں ملا۔

سلہٹ۔ ۳۰ ستمبر۔ بجودہ کی اطلاع مظہر ہے کہ یہاں ایک خوفناک طوفان گردباد آیا جس سے کئی مکانوں کی چھتیں گر گئیں اور بڑے بڑے درخت جڑ سے اکھڑ گئے موضع ہربیہ میں باربرداری کی تین کشتیاں الٹ گئیں۔ شاچنادروانہ بازار مونوادگاؤں اور دوبالیہکی منڈیاں زیر آب ہیں۔ دھرم پشیا میں کئی مکانات نذر سیلاب ہو گئے ہیں اور فصلیں تباہ ہو گئی ہیں۔

ڈیرہ غازیخاں۔ ۳۰ ستمبر۔ ۶۰۰ کے قریب وزیریوں پر مشتمل ایک لشکر نے بستی منکھانی اور دھوا کے گرد و نواح میں کئی دیہات کو لوٹ لیا ہے۔ بستی منکھانی کو لوٹنے کے بعد صبح چار بجے ڈاکوؤں نے دھوا پر دھاوا بولا جبکہ سب کے سب باشندے سوئے پڑے تھے۔ پولیس نے سخت مقابلہ کیا۔ لیکن حملہ آوروں کی تعداد بہت زیادہ تھی اسلئے ان کی پیشقدمی کو نہ روکا جاسکا۔ اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس گولیوں کے تین زخم آئے اور دو کنسٹیبل ہلاک

ریل اور موٹر کے مشترکہ ٹکٹ

سری نگر (کشمیر) مری ۔ ڈلہوزی منڈی اور سلطانپور (کلو) تک

نارتھ ویسٹرن ریلوے کے تمام اہم سٹیشنوں سے مندرجہ بالا مقامات تک تھرو بکنگ کے لئے ریل اور موٹر کے مشترکہ واپسی ٹکٹوں کی سہولتیں مہیا کی گئی ہیں۔ اور اسی طرح ای۔ آئی۔ وجی۔ آئی۔ پی و بی۔ بی اینڈ سی آئی اور بی اینڈ این ڈبلیو ریلویز کے بعض سٹیشنوں سے کشمیر تک سہولتیں بہم پہنچائی گئی ہیں۔

مصور اور رنگدار پمفلٹ کے لئے جس میں تمام تفصیلات درج ہیں

ایجنٹ نارتھ ویسٹرن ریلوے لاہور یا میسرز این۔ ڈی۔ رادھا کشن اینڈ سنز۔ این ڈبلیو۔ آر۔ آؤٹ آف ایجنٹس راولپنڈی۔ جموں (توی) یا سری نگر (کشمیر) سے درخواست کی جائے۔

ایک ارزاں رقبہ

محلہ دارالسعت میں ایک رقبہ قابل فروخت ہے جس کا نقشہ نیچے دیا جاتا ہے۔
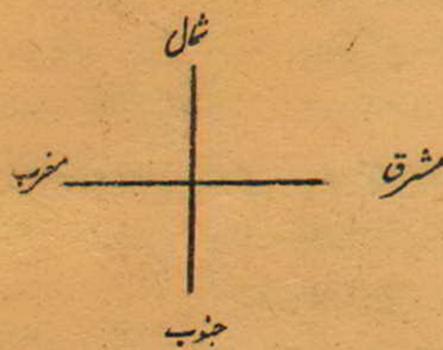
۲۰ فٹ کی سڑک پر قیمت عــہ روپیہ مرلہ ہے اور ۳۰ فٹ کی سڑک پر عــہ روپیہ مرلہ۔ خریدار صاحبان چوہدری حاکم دین صاحب دوکاندار قادیان سے خط وکتابت کریں۔ نمبرات ۵-۷-۹ فی الحال فروخت نہیں ہوں گے۔

خاکسار محمد عبد اللہ خان آف مالیر کوٹلہ قادیان